جاوید احمد غامدی

علماء اور سیاست

ہمارے اس دور میں یہ بات تو بالکل صحیح کہی گئی کہ دین و سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں' لیکن اس کے جو معنی' بالعموم' لوگوں نے سمجھے' ان سے اس قوم کے نظام اجتماعی میں بڑی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے معنی تو یہی تھے کہ ہمارا دین جس طرح بحیثیت فرد ہمیں خطاب کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارا نظام اجتماعی بھی اسکا مخاطب ہے اور وہ اس کی اصلاح کے لئے بھی احکام و ہدایات دیتا ہے۔ اس سے یہ بات بے شک لازم آتی تھی کہ اپنی قوم کی سیاست سے ہم کسی حال میں بے تعلق نہ رہیں' ہمارے ارباب اقتدار اگر دین سے انحراف کا طریقہ اختیار کریں تو ہم علانیہ حق کی شہادت دیں' ان کے غلط اقدامات پر برملا تنقید کریں اور انہیں پوری دل سوزی اور درد مندی کے ساتھ احکام خداوندی کے سامنے سر جھکانے کی تلقین کرتے رہیں۔ یہ ہر صاحب ا[illegible] ان کی ذمہ داری تھی' اور ہم میں سے جو لوگ علم و تقویٰ میں دوسروں سے ممتاز تھے' ان پر اس کا بار بھی یقیناً" دوسروں سے زیادہ تھا۔ لیکن ہمارے ہاں اس کے معنی بدقسمتی سے یہ سمجھے گئے کہ ہر دینی شخصیت کیلئے حکمرانوں سے حریفانہ کشاکش اور ان کے مقابلے میں قوم کی سیاسی قیادت کیلئے جدوجہد بھی' بہرحال' ضروری ہے۔ چنانچہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ ساری مذہبی جماعتیں' سیاسی جماعتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اور تمام علماء جو ان جماعتوں میں کچھ اثر و رسوخ کے حامل تھے میدان سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔

اس سے جو سب سے بڑی خرابی ہمارے نظام اجتماعی میں پیدا ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ علم و تحقیق اور اصلاح و ارشاد کی مسندیں اب اس قوم میں خالی ہیں۔ وہ لوگ جن سے توقع تھی کہ وہ عوام اور ارباب اقتدار دونوں کو دین کی دعوت دیں گے' اس کی حقیقت ان پر واضح کریں گے' اس کے متعلق ان کی ذمہ داریاں انہیں سمجھائیں گے اور اس زمانے کیلئے اس کے احکام کی شرح و وضاحت کریں گے' اب ان سب کاموں سے فارغ ہو کر اخباروں میں اپنا بیان چھپوانے اور لوگوں سے اپنی لیڈری منوانے میں مصروف رہتے ہیں ۔ عام لوگوں کا مذاق بھی اس قدر بگڑ چکا ہے کہ' ان کے نزدیک کسی صاحب علم کے بڑے سے بڑے کارنامے کی بھی اس وقت تک کوئی وقعت نہیں ہوتی' جب تک وہ میدان میں کھڑا ہو کر نعرے لگانے اور اہل اقتدار کو' بہرحال' رسوا کرنے کی اس مہم میں شامل نہیں ہو جاتا' جو اس ملک کے ارباب سیاست کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ ہے۔

چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے داعی بھی اب اپنے پیش نظر مقصد کے حصول کیلئے نہ یوحناؑ و مسیحؑ کی طرح حق کی منادی کرنے کیلئے تیار ہیں اور نہ بو حنیفہؒ و شافعیؒ کی طرح علم و تحقیق میں اپنی جان کھپانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک' اس کے لئے بس ایک ہنگامے کی ضرورت ہے' اور وہ شب و روز اسے ہی برپا کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ گویا بقول غالب

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

(بشکریہ "اشراق" لاہور۔ اگست ۱۹۹۲ء)

۲۱ ویں صدی' امریکہ اور عالم اسلام

امریکہ کے سابق صدر رچرڈ نکسن نے کہا ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک تہذیب کی بنیاد بھی ہے اپنی حالیہ کتاب میں انہوں نے کہا ہے کہ عالم اسلام اس لیے یک جان نہیں ہے کہ کوئی اسلامی پولٹ بیورو پالیسی سازی میں ان کی راہ نمائی کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اقوام کی سیاسی و ثقافتی قدریں مشترک ہیں اور انفرادی طور پر ان ممالک کے مابین اختلافات کے باوجود پورے عالم اسلام میں سیاست کا بھی انداز یکساں ہے یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے کسی ایک علاقے میں کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا ہے تو اسے دیگر تمام محسوس کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ قرون وسطیٰ میں اسلامی تہذیب کو سنہری دور کہاجاتا تھا عالم اسلام نے سائنس طب اور فلسفہ میں گران قدر خدمات انجام دی ہیں انہوں نے بو علی سیناؒ البیرونیؒ ابن الہیثمؒ جابر بن حیانؒ اور رازیؒ کے حوالے دیئے ہیں انہوں نے کہا کہ اسرائیل کو اربوں ڈالر کی امداد کی فراہمی اور فلسطین کے مسئلہ سے صرف نظر کرنا امریکہ کے تمام اسلامی ممالک سے تعلقات کی راہ میں مزاحم ہوسکتا ہے انہوں نے امریکہ کو متنبہ کیا کہ ۲۱ ویں صدی میں امریکی خارجہ پالیسی کو عالم اسلام سے زبردست چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا انہوں نے کہا کہ تنازعات کے دو اہم علاقوں خلیج اور عرب اسرائیل تنازعہ میں امریکی اقدامات کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ (روزنامہ جنگ لندن۔ ۸۔ اکتوبر ۹۲ء)